شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبد الخالق آزاد

مدیر: محمد عباس شاد

مئی **2011**ء/ جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ **1432**ھ – جلد نمبر **3**، شمارہ نمبر **5** – قیمت فی شمارہ: مبلغ **12** روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ **150** روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ **400** روپے

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ تعلیم و تربیت 2

درسِ حدیث: اسلام میں مزدوروں کی قدر و اہمیت 2

اداریہ: **لیبیا** پر عالمی سامراج کی کھلی جارحیت 3

خطبہ جمعہ: دینی حوالے سے عقل و شعور کی اہمیت 4

رفتارِ کار: حضرت رائے پوری کا دورۂ جنوبی پنجاب 6

اہم اعلان: لاہور میں 15 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم 8

دینی مسائل: دینی حوالے سے آپ کے سوالات کے جوابات 8

حضرت اقدس مولانا

ارشادِ گرامی **شاہ عبد القادر** رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس رائے پوریؒ سے دریافت کیا گیا کہ:

توکُّل کے آثار کیسے پیدا ہوتے ہیں؟

اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ:

”اپنا ذکر کیے جاؤ! جو کچھ ہونا ہوگا، ہو رہے گا۔ باقی توکُّل یقین پر موقوف ہے۔ اگر آپ میری دعوت کریں تو میں کھانے کا انتظام نہیں کرتا۔ کیوں کہ باوجود سینکڑوں احتمالات کے ایک درجہ یقین کا ہوتا ہے کہ آپ کھانا کھلانے کو کہہ چکے ہیں۔ تو جس کو باری تعالیٰ کے رزّاقِ مطلق ہونے پر یقین ہو اور وعدۂ خداوندی، جو رزق کے متعلق قرآن میں آتا ہے، اس پر حقیقی یقین ہو تو جتنا یقین کا مرتبہ ہوگا، اُتنا ہی توکُّل ہوگا۔“

کسی بات پر حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ: ”بادشاہِ وقت نے اپنے کسی اہل کار کی معرفت حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں ایک تحریر کچھ علاقے کے جاگیر کی (پیش کی) اور کچھ نقد پیش کیا۔ تو بابا صاحبؒ نے تحریر واپس کر دی۔ اور فرمایا کہ:

”ہم گاؤں کے انتظام میں نہیں لگتے۔ ہاں! نقد لے آؤ تاکہ میں لوگوں میں تقسیم کر دوں۔“

حضرت والا نے فرمایا کہ: ”آپ لوگ جو نقد لاتے ہیں، میں بھی اس کے ذریعے اپنے بزرگوں کی خدمت کرتا ہوں۔ اور اس کو سعادت سمجھتا ہوں۔“

(مجلس **27**/ رمضان المبارک **1365**ھ/ **25**/ اگست **1946**، بروز: اتوار۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص: **68**۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبد المتین نعمانی (بورے والا)

حضرت مولانا مفتی عبد القدیر (چشتیاں)

حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی (لاہور)

حضرت مولانا محمد مختار حسن (نوشہرہ)

حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی (چشتیاں)

حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خاں)

محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)

محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)

محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)

محترم ڈاکٹر عبد الرحمٰن راؤ (سرگودھا)

محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)

محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)

حضرت مولانا عبد اللہ عابد سندھی (شکارپور)

حضرت مولانا قاری تاج افسر (اسلام آباد)

حضرت مولانا محمد ناصر عبد العزیز (جھنگ)

حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)

محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

شعبہ مطبوعات

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ

مین کیمپس لاہور: **رحیمیہ** ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org

کراچی کیمپس: رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21 راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی 0092-21-36321616 , 36320707

سکھر کیمپس: فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر 0092-71-5615185

ملتان کیمپس: رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان 0092-61-6212021

سالانہ ممبرشپ کی رقم ”ناظم دفتر“ کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اردو میں اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ○ پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔

تین سال کی ممبرشپ کے لیے مبلغ 400 روپے ارسال کریں۔ ○ **رحیمیہ** کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

rahimia.org

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ تعلیم وتربیت

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (129:2)

’’اے ہمارے پروردگار! انھی میں سے، ان میں ایک رسول بھیج تاکہ ان پر تیری آیات پڑھ کر سنائے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ اور انھیں پاک کرے۔ بے شک تو بہت زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔‘‘

واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل، جو عرصے تک ابراہیمی دعوت کے حامل رہے، اس اونچے رُتبے سے گر چکے ہیں۔ اور حکمتِ الٰہی قریش، یعنی بنی اسماعیل کو اس دعوت کا مرکز بنانے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جو دعا کی تھی: ’’رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ‘‘ وہ پوری ہو۔ قریش میں بھی اس دعوت کے اصل مدعا پر ایمان موجود تھا۔ وہ بھی سمجھتے تھے کہ ہمارا وجود ابراہیمی دعوت کے اظہار کے لیے کمال رکھتا ہے۔ مگر جہالتوں کے سبب وہ بہت سی غلط باتیں اختیار کر چکے تھے۔ ان غلطیوں کو دور کرنا، ان کے اخلاق سنوارنا، انھیں صحیح ابراہیمی طریقہ ذہن نشین کرانا، پھر اس کی حکمت اور حکمت کے اندر قانون سازی سکھانا، تاکہ ساری دنیا کی مختلف قوموں میں یہ طریقہ ’’امام‘‘ کے طور پر مان لیا جائے، سب باتیں رسول اکرم ﷺ کے فرضِ منصبی میں داخل ہیں۔

اب اگر قریش غلطی کرتے ہیں اور آپؐ کے ساتھ جہالت اور نادانی کا معاملہ کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں جن نبیوں کا ذکر آیا ہے، ان کے حالات میں ان کی قوموں کا یہی سلوک دکھایا گیا ہے۔ اس لیے حضرت نبی کریم ﷺ قریش کے مقابلے میں انتقامی جذبہ پیدا نہیں کرتے۔ اس لیے کہ آپؐ معلم (استاد) ہیں۔ آپؐ کے فرضِ منصبی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ آپ قریش کو معاف کرتے رہیں۔ کیوں کہ انتقام اور تعلیم جمع نہیں ہوسکتے۔ جونہی استاد میں انتقامی جذبہ پیدا ہوا، اس کی شانِ معلّمی ختم ہوئی۔

لیکن رسول اکرم ﷺ ایک جماعت کے امام اور ایک پارٹی کے مرکز بھی ہیں۔ وہ جماعت یکا یک اس بلند اخلاقی سطح پر نہیں آسکتی۔ ان کے لیے یہی عام قاعدہ ہوسکتا ہے کہ ’’وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ‘‘ (126:16) (اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر، جس قدر تمھیں تکلیف پہنچائی جائے)۔ وہ رفتہ رفتہ اس سطح سے اونچی اٹھے گی۔ اس لیے یوں فرض کر لینا کہ آپؐ کے ساتھیوں میں سے کسی کے دل میں انتقامی جذبہ پیدا نہ ہوگا، فطرتِ انسانی کا غلط اندازہ لگانا ہے۔ سوسائٹی میں یہ ناممکن ہے کہ کسی شخص کو اس کی طبعی رفتار سے ترقی کرنے سے روکا جائے۔ ایک شخص انتقامی جذبے سے جواب دیتا ہے، وہ آخر تک پہنچ لے تو اس کے بعد تو درست کرنا ممکن ہے، لیکن اگر اس کے انتقامی جذبے ہی کو کچل دیا جائے تو وہ اپنی فطری تکمیل سے عاجز آجائے گا۔ کسی بہترین استاذ کا طریقۂ تعلیم وتربیت یہ ہے کہ ایسے فرد کو اپنی فطری تکمیل کا موقع دیا جائے کہ وہ اپنا کام پورا کرلے۔ آخر میں اسے سمجھا دیا جائے گا کہ تم نے غلطی کی۔ اس کی تلافی کرو۔ اس طرح اسے اعتدال پر لانا ممکن ہے۔ لیکن اس کی شخصیت میں سے انتقام کا جذبہ ہی نکال ڈالنا ممکن نہیں۔ تعلیم وتربیت سے فطرت تبدیل نہیں ہوتی۔ اس کا رُخ بدلا جاسکتا ہے۔ اس طرح تربیت کے ذریعے اُسے صحیح راستے پر ڈالا جاتا ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: محمد عباس شاد

اسلام میں مزدوروں کی قدر واہمیت

’’عن عبداللہؓ ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہ صلّی اللہ علیه و سلّم: أعطوا الأجیر أجرهٗ قبل أن یجفّ عرقهٗ.‘‘

’’حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ سے روایت کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ’’مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے اس کی مزدوری اور اُجرت ادا کردیا کرو۔‘‘ (رواہ ابن ماجہ)

اس حدیثِ مبارکہ میں مزدوروں کے حقِ اُجرت کے حوالے سے رہنمائی دی گئی ہے کہ مزدور جب اپنا کام مکمل کرچکے تو اس کا حق اسے فوری طور پر ادا کردیا جائے۔ اس میں ٹال مٹول کرنا اس کی حق تلفی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: ’’مطل الغنیّ ظلم‘‘ (مال دار کا ٹال مٹول سے کام لینا، ظلم ہے۔) اس طرح حضورؐ نے مزدوروں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی۔

آج دنیا میں معاشرتی بے چینی کی گہری جڑیں دنیا پر مسلط اقتصادی نظام میں پائی جاتی ہیں۔ جس کی بنیاد ہی مزدوروں، کاشت کاروں اور کمزور طبقات کے استحصال پر ہے۔ مزدوروں کے حقوق کی جدوجہد کو عموماً شکاگو کے مزدوروں کے احتجاج سے جوڑا جاتا ہے۔ حال آں کہ اسلام نے بہت پہلے مزردوروں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی ہے۔ اسلام نے فرد کے انفرادی مفادات کے مقابلے میں ہمیشہ اجتماع اور پورے معاشرے کے حقوق کی بالادستی کو تسلیم کیا ہے۔ طاقت وَر اور بالادست طبقات کے مقابلے میں اسلام ہمیشہ مزدوروں، کاشت کاروں اور عام محنت کشوں کے حقوق کی بات کرتا ہے۔ جاگیرداری، سرمایہ داری اور طبقاتی بالادستی کی جس طرح حوصلہ شکنی اسلام نے کی ہے، وہ حضور اکرمؐ، جماعتِ صحابہؓ، صوفیا اور اَسلاف کی زندگیوں سے نمایاں ہے۔ قرآن حکیم نے مساکین، مستضعفین، ضرورت مندوں اور محتاجوں کی کفالت پر مبنی نظام قائم کرنے کی جہاں دعوت دی ہے، وہاں اس نے دولت مندوں کو زجر وتوبیخ کی ہے۔ اور اپنی دولت میں مسکینوں اور غریبوں کو شامل کرنے کے تہدیدی احکامات بھی دیے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ: ’’یہ غلام (خادم، مزدور) تمہارے بھائی ہیں۔ ان کو وہی کھلاؤ پلاؤ، جو تم کھاتے پیتے ہو۔‘‘ آپ ﷺ جب دنیا سے انتقال فرماتے ہیں تو آپؐ کی زبان پر کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کی تلقین تھی۔ حضور اکرمؐ کی بعثت کا مقصد دنیا سے قیصر وکسریٰ کے ظالمانہ نظاموں کا خاتمہ تھا، تاکہ انسانیت ان کے معاشی استحصال اور سیاسی جبر سے آزاد ہو۔ اسلام نے انسانوں کے بنیادی حقوق اور مزدوروں کے اقتصادی اور معاشی مسئلے کو محنت کی عظمت اور عدل کی ضرورت واہمیت کے تناظر میں حل کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں انسانوں کے بنیادی حقوق کے حوالے سے مندرجہ ذیل تین حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے: رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے کہ زندگی بسر کرنے کے لیے انسان کو تین چیزیں لازماً درکار ہیں: کسرة خبزِ (روٹی کا ٹکڑا)، قطعة ثوبِ (بدن ڈھانپنے کے لیے کپڑا) قطعة ارضِ (رہنے کے لیے زمین کا ٹکڑا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور کا محض وعظ ہی نہیں کہا، بلکہ ایک ایسا عملی نظام بھی تشکیل دیا، جو تمام انسانوں کو بلاتفریق رنگ، نسل اور مذہب ان چیزوں کے مہیا کرنے کے لیے عملی کردار ادا کرے۔ اور آپؐ کے ہی نقش قدم پر چل کر صحابہ کرامؓ نے ایسا بین الاقوامی نظام قائم کیا کہ تمام انسانوں کے مسائل حل کرتا تھا۔ اور پھر ہر دور میں اولیاء اللہ اور علمائے ربانیین نے انسانیت دوست نظام قائم کرنے کے لیے ہمیشہ ظلم وجبر کی قوتوں کے خلاف مزاحمت کی۔ اور سچی خدا پرستی کے نتیجے میں انسانیت دوستی کو فروغ دینے کے لیے بہت عمدہ کردار ادا کیا۔ اسلام انسانوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں دیکھنا چاہتا۔ آج ہماری فلاح اسی میں ہے کہ ہم اسلام کے دیے ہوئے نظامِ حیات کو بطور سسٹم اور نظام کے غالب کرنے کی حکمت عملی اپنائیں۔ تاکہ ہم انسانوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرکے ان کی حقیقی خدمت سرانجام دیں۔ اور رضائے الٰہی حاصل کریں۔

لیبیا پر عالمی سامراج کی کھلی جارحیت

عالمی سامراج نے مختلف حیلے بہانے بنا کر بالآخر لیبیا پر جنگ مسلط کر دی ہے۔ اور یوں کھلی جارحیت کا ارتکاب کیا ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اپنے بحری جنگی جہازوں اور آب دوزوں سے لیبیا پر کروز میزائلوں کی بارش کر کے لیبیا کی فضائی اور دفاعی تنصیبات کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ جب کہ ہوائی جہازوں کے ذریعے لیبیائی عوام پر بارود کی بارش برسائی گئی ہے۔ لیبیا کے خلاف اس مسلط کردہ جنگ میں امریکہ، فرانس، برطانیہ، کینیڈا، بلجیم، اسپین، ہالینڈ، ڈنمارک، ناروے اور یونان حصہ لے رہے ہیں۔ جب کہ اٹلی نے اتحادی افواج کو اپنے سات فوجی اڈے دیے ہیں۔ اس طرح سرمایہ دار ممالک پر مشتمل عالمی سامراج نے اپنے سرمایہ پرستانہ مفادات کے حصول کے لیے لیبیا پر 19 مارچ کو جارحیت کرتے ہوئے انسانی المیوں کو جنم دیا ہے۔ اور لیبیائی عوام کا قتل عام کا ارتکاب کیا ہے۔

اس جنگ کے تسلط سے قبل ہی امریکی صدر، برطانوی وزیر اعظم اور فرانسیسی حکومت نے لیبیا کے انقلابی رہنما کرنل معمر قذافی کو دھمکیاں دینا شروع کر دی تھیں۔ اور انھیں اقتدار سے الگ کرنے کی سازشوں کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ ایک آزاد اور خود مختار ملک کی آزادی کا احترام پامال کرتے ہوئے جبر و استحصال پر مبنی جنگ اس پر مسلط کر دی۔ یوں اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے کھلی جارحیت کا ارتکاب کیا گیا۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ اس چارٹر کی خلاف ورزی کے لیے سلامتی کونسل سے پاس کردہ ایک مبہم قرارداد کا سہارا لیا گیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اقوامِ متحدہ ان سامراجی ممالک کے گھر کی لونڈی بن کر رہ گئی ہے۔

گزشتہ سال لیبیا کے رہنما کرنل معمر قذافی نے جنرل اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اقوامِ متحدہ کے ایسے چارٹر کو، جو چھوٹی اقوام اور ممالک کو تحفظ نہیں دے سکتا، اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ اور بجا طور پر یہ مطالبہ کیا تھا کہ اقوامِ عالم کے مساوی حقوق پر مبنی ایک نئے چارٹر کی تشکیل کی جائے، جو عالمی سطح پر تمام ممالک کے باہمی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ عالمی سامراجی ممالک کی اس جارحیت سے یہ حقیقت مزید کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اقوامِ متحدہ کا موجودہ ڈھانچا چند سرمایہ دار ممالک کا طفیلی بن چکا ہے۔ کسی بھی ملک کے عوام کی آزادی سلب کرنی ہو، اس پر زبردستی کی جنگ مسلط کرنی ہو، وہاں کے وسائل پر ناجائز قبضہ کرنا ہو، عوام کا قتل عام کرنا ہو تو اقوامِ متحدہ فوری طور پر اس کا لائسنس جاری کرتی ہے۔ اور یوں چھوٹے ملکوں اور قوموں کی آزادی سلب کر لی جاتی ہے۔ ان ممالک کے عوام کے منتخب اور اعتماد یافتہ حریت پسند حکمرانوں کو ہٹا کر اپنے مطلب کے غلام حکمران ان پر مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ جدید نوآبادیاتی دور میں ایسے ہتھکنڈے عام طور پر استعمال کیے جا رہے ہیں۔

لیبیا پر ان سامراجی قوتوں کے حالیہ حملوں اور جنگی تسلط کے ذریعے عالمی سرمایہ دارانہ نظام نے اپنے دیرینہ ظالمانہ رویوں اور ہتھکنڈوں کا ایک بار پھر بڑی سفاکی کے ساتھ اظہار کر دیا ہے۔ سامراجی نظام کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ ملکوں اور قوموں کے حقوق غصب کر کے، ان کے وسائل اور منڈیوں پر قبضہ کرتا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے اقوامِ عالم کا استحصال کرتا ہے۔ اس سامراجی نظام کی بنیاد میں ہی ظلم و جبر اور معاشی استحصال داخل ہے۔ استعماری رویوں کا اظہار اسی طرح ہوتا ہے۔ چھوٹی اقوام کے حقوق پامال کرنا، اور ان کے وسائل کو اپنے سامراجی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اس کا پرانا طریقہ رہا ہے۔

بلاشبہ شمالی افریقہ میں لیبیا ایک ایسا ملک ہے، جس نے گزشتہ چالیس سال سے سامراج سے بغاوت کی ہوئی ہے۔ اور اپنی آزادی کی حفاظت کرتے ہوئے بڑی عظیم الشان جدوجہد کی ہے۔ سامراجی ممالک کے گھیراؤ کے باوجود کرنل معمر قذافی کی قیادت میں لیبیا نے سیاسی و معاشی حوالے سے بڑی ترقی کی ہے۔ اگر سیاسی و معاشی ترقی کی پیائش کے لیے سامراجی پیمانوں کو نظر انداز کر کے دیکھا جائے تو بلاشبہ لیبیا میں قومی آزادی اور حریت، ہر فرد کی معاشی ضروریات کی تکمیل پر مبنی نظام قائم کیا گیا ہے۔ اور قومی جمہوریت کے تناظر میں لیبیا کے سیاسی نظام نے اپنے شہریوں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ اور اقتصادی اور سیاسی پابندیوں کے باوجود ملکی وسائل، خاص طور پر تیل کی دولت سے عوام کو مستفید کیا ہے۔ نشریاتی اداروں کی رپورٹ کے مطابق تعلیم، صحت، مکان وغیرہ فری قرار دیتے ہوئے عوامی ضرورت کا انتہائی پُرامن کفالت پر مبنی نظام وہاں موجود ہے۔ جب کہ ہر لیبیائی شہری کی فی کس آمدنی بھی دنیا کے بہت سے ممالک سے کہیں زیادہ ہے۔ چناں چہ حالیہ مہینوں میں اپنے شہریوں کے لیے تمام شہری ضروریات کو فری دیے جانے کے حوالے سے لیبیا کو عالمی ایوارڈ کے لیے نامزد کیا گیا تھا۔

حالات و واقعات کے تناظر میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ لیبیا میں باغیوں کی جانب سے کی جانے والی سازش کے پیچھے بھی عالمی سامراجی طاقتیں اور قوتیں کام کر رہی تھیں۔ خاص طور پر امریکہ اور برطانیہ کی خفیہ ایجنسیاں اس سلسلے میں بنیادی کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ چناں چہ اخباری اطلاعات کے مطابق ''امریکی صدر نے سی ائی اے کو کرنل قذافی کو اقتدار سے الگ کرنے کے لیے باغیوں کی مدد کرنے کی اجازت دیتے ہوئے لیبیا کے باغیوں کو مسلح کرنے کے حکم نامے پر دستخط کر دیے ہیں۔ اور سی آئی اے کو اجازت دی ہے کہ وہ لیبیا میں خفیہ آپریشن کریں۔'' اندازہ یہ بھی ہے کہ مصر اور تیونس وغیرہ عرب ممالک میں نام نہاد عوامی احتجاج اور ہڑتالوں کے پیچھے بھی یہی ایجنسیاں کارفرما رہی ہیں۔ اور عرب ممالک میں نام نہاد احتجاج کو لیبیا کے خلاف سازش کو کامیاب بنانے کے لیے ایک حربے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ تاکہ لیبیا کے تیل پر قبضہ کر کے اس کی آزادی کو سلب کر لیا جائے۔ اور سامراجی مقاصد کے لیے اُسے استعمال کیا جائے۔ ورنہ یہ بات طے شدہ ہے کہ مصر اور تیونس جیسے ممالک پہلے ہی عالمی سامراجی مفادات کے اڈے ہیں۔ وہاں صرف گھوڑا بدلنے اور چند چہروں کی تبدیلی کے اور کوئی مقصد نہیں۔ ان نام نہاد انقلابات کو بنیاد بنا کر کرنل معمر قذافی کی قیادت میں لیبیا کے عوامی انقلاب کے خلاف سامراجی انقلاب کی سازش کو پروان چڑھایا گیا ہے۔

اس تمام صورتِ حال میں سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو نام نہاد اسلامی ممالک کی تنظیم O.I.C کا کردار ہے۔ تقریباً ساٹھ مسلمان ملکوں پر مشتمل یہ تنظیم اپنے رُکن ملک لیبیا کے حقوق کے تحفظ کے لیے نہ صرف یہ کہ کوئی کردار ادا نہیں کر رہی، بلکہ اس کے بعض رُکن ممالک ان سامراجی ممالک کے آلہ کار بن کر لیبیا کی تباہی اور بربادی کے لیے اقدامات کرنے میں پیش پیش ہیں۔ اور پھر نام نہاد ''اسلامی تنظیمیں'' اور ''اسلامی صحافی'' بھی مظلوم لیبیا کے خلاف پراپیگنڈا کرنے اور عملاً اس استحصالی جنگ کی حمایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ اسلام کے خودساختہ ٹھیکے دار دراصل عالمی سامراجی قوتوں کے آلہ کار اور نمائندہ ہیں۔ جو آزاد قوموں کی تباہی میں کردار ادا کر رہے ہیں۔ ایسے موقع پر شعوری بنیادوں پر ظالم سامراجی قوتوں کی پہچان پیدا کر کے دینی شعور حاصل کرنا ضروری ہے۔ خاص طور پر اسلام کے پردے میں سامراجی قوتوں کی آلہ کار تنظیموں، جماعتوں اور ممالک کے حکمران اور مقتدر طبقات کے بارے میں دینی اور سیاسی حوالے سے شعور پیدا کرنا وقت کا تقاضا اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

مدیر اعلیٰ

دینی حوالے سے عقل وشعور کی اہمیت

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 19 مارچ 2010ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور)
ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم، امّا بعد: قال اللّٰه تعالیٰ:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۝ (24:47) اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۝ (104:18) **صدق اللّٰه العلیّ العظیم۔**

معزز دوستو! جمعۃ المبارک کا دن دراصل نصیحت کے حصول کا دن ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لے کر ان کو دور کرنے کے لیے دین اسلام کی تعلیمات سے رہنمائی لینا ہے۔ یہ آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ انسان اپنی گرد و پیش میں موجود سوسائٹی میں زندگی بسر کرتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی سوسائٹی کا باریک بینی سے جائزہ لیتا رہے۔ یہ مشاہدہ کیا جانا ضروری ہے کہ ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں، اس کے بنیادی مسائل کیا ہیں۔ اس کی مشکلات کیا ہیں اور ان مسائل کو حل کرنے کا درست طریقۂ کار کیا ہے۔ نصیحت درحقیقت اسی بات کا نام ہے کہ انسان اپنے مسائل کے بارے میں غور وفکر کرے اور ان کو حل کرنے کے لیے فکرمندی کے ساتھ کوشش کرے۔ وعظ ونصیحت کا مقصد صرف وِجدانی کیفیت کا طاری کرلینا نہیں ہے کہ انسانیت کے سامنے اس کا اظہار کردیا جائے، بلکہ نصیحت کے مقاصد میں یہ کہ اپنے سماج کا تجزیہ کرکے اس کے حقیقی مسائل سمجھنا اور ان کو حل کرنے کے لیے درست حکمت عملی اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔

موجودہ دور میں ہمیں خاص طور پر اس نصیحت کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے معاشرے کے حالات کا درست تناظر میں جائزہ لیں۔ شعوری طور پر اس کو جاننے کی کوشش کریں کہ ہم جس معاشرے میں زندگی بسر کررہے ہیں، اس کے خدوخال کیا ہیں؟ اس کی ساخت کیسی ہے؟ افراد کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ یہ عقل وشعور اور فہم وبصیرت حاصل کرنا عقلی اور دینی تقاضا ہے۔ خاص کر ایسے ماحول میں، جہاں ہم سماجی حوالے سے متنوع مسائل میں مبتلا ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہ کہ مایوسی ہمارے لوگوں پر چھائی ہوئی ہے۔ جس آدمی سے بھی بات کریں وہ کہتا ہے اب کچھ نہیں ہوگا۔ اب قیامت کا یا امام مہدی کا انتظار کرنا ہوگا۔ مایوسی کی یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب کہ معاشرے کے حالات کا درست تجزیہ نہ کیا جائے اور اس کے حل کرنے کے لیے درست طور پر عقلی اور شعوری راستہ اختیار نہ کیا جائے۔ درست راستہ اختیار کرلینے سے مایوسی ختم ہوجاتی ہے۔ ہمارے ماحول کی بے شعوری نے ہمارے اندر اس مایوسی کی کیفیت کو پیدا کیا ہے۔ ہمارا ماحول، ہمارے دانش وَر اور ہمارا نظامِ تعلیم اپنی قوم سے بنیادی حقائق چھپاتے ہیں۔ بلکہ حقائق کو مسخ کرکے پیش کرتے ہیں اور جب کوئی انسان حقائق کو مسخ کرنے لگے تو دراصل وہ اپنے آپ ہی کو نہیں بلکہ دوسرے انسانوں کو بھی دھوکہ دیتا ہے۔ معاشرے میں مسلسل زوال اور پستی کی حالت ہو اور ہمارے حکمران اور رہنما قوم کو یہ بتائیں کہ نہیں ہم معاشرتی طور پر ترقی کررہے ہیں۔ یہ طرزِ عمل بڑا خطرناک ہے۔ معاشرے میں جھوٹ کو فروغ دینا اور اس بنیاد پر کسی معاملے میں اپنی رائے قائم کرلینا، قوموں کے زوال کا ذریعہ بنتا ہے۔ آج ہم نے مجموعی طور پر عقل وشعور کو ایک طرف رکھ کر جھوٹ کو فروغ دینے اور اس عمل کو قبول کرنے کی عادت بنالی ہے۔ کسی شعبے میں سچائی اور عقل کا استعمال نہیں ہے، بلکہ جذباتیت اور فکری پس ماندگی نیز عملی کاہلی اور سستی ہماری سوسائٹی پر مسلط ہے۔ اور اس کے باوجود ہم اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ دین پھیل رہا ہے۔ ہم مطمئن ہیں کہ ہم ترقی کررہے ہیں۔ یہ رویہ قوموں کی زندگی میں بڑا خطرناک مرض کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

قرآن حکیم نے اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جو لوگ غلط سوچ کے مطابق بہت کام کرتے ہیں، لیکن ان کاموں کے نتائج کچھ بھی نہیں نکلتے، وہ لوگ اپنے بارے میں گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کررہے ہیں۔ قرآن کی نظر میں ایسے لوگ نہ صرف دنیا میں ذلیل ورُسوا ہوتے ہیں، بلکہ آخرت میں بھی ذلیل ورسوا ہوتے ہیں۔ کیوں کہ وہ حقائق سے منہ موڑ رہے ہوتے ہیں۔ اور وہ تلخ حقائق کو قبول کرنے اور اس کے مطابق درست حکمت عملی بنانے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں۔ اور جب قومیں سچائی کو چھوڑ دیں۔ سچے لوگوں کی بات نہ مانیں تو زوال اور پستی ان کا مقدر ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ہمارا ساٹھ سالہ دور، زوال سے عبارت ہے۔ مجموعی طور پر پستی اور ذلت ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں ایک بڑا گروہ ایسا ہے جو کہ اس زوال کو زوال نہیں سمجھتا۔ جب کہ دوسرا گروہ اس اجتماعی زوال کو تو تسلیم کرتا ہے، لیکن اس نے یا تو زوال کے اسباب پر غور کرنے کا عمل ترک کردیا اور یا زوال کے ایسے اسباب بیان کرتا ہے کہ جن کا سماجی تشکیل کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ معاشروں کے عروج وزوال کا تجزیہ معاشرتی تقاضوں، سیاسی اور معاشی حقائق کے تناظر میں کیا جاتا ہے۔ انھیں نظرانداز کرکے زوال کے اسباب بیان کرنا کسی طور پر بھی درست طرزِ عمل نہیں۔

کسی معاشرے میں سیاست اور اس کے عملی نتائج کو نظر انداز کردیا جائے، اسی طرح معاشی حقائق کو پس پشت ڈال دیا جائے تو معاشرتی زوال کے حقائق سامنے نہیں آسکتے۔ انسانی معاشرے اقتصادی، معاشی اور سیاسی بنیادوں پر اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ چناں چہ معاشروں کی ہموار ترقی کے لیے ایک تو اقتصادی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے، جو انسانوں کی ضروریات اور احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ کیوں کہ انسان معاشی وسائل کے بغیر زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ قدم قدم پر اس کو اپنی احتیاجات کی تشکیل کے لیے معاشی وسائل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ کسی سماج میں معاشی رشتے اور اقتصادی وسائل بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ کوئی پیر، مولوی، دانش ور اور رہنما بغیر معاشی ضروریات کے پورا ہوئے زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ بڑے بڑے مفکر اور وعظ کہنے والوں کی اخلاقیات کا وعظ وہاں پر ختم ہوجاتا ہے، جہاں ان کے معاشی مفادات شروع ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے اقتصادیات کو اپنی بات چیت سے خارج کردیا اور اس کو ''دنیاداری'' کہہ کر اپنے معاشرے سے الگ کردیا تو ہم نے اپنے معاشرے کا کیا تجزیہ کیا؟ جب کہ زوال کے اسباب کے پس منظر میں اقتصادی حقائق، معاشی وسائل کی عدمِ دستیابی، اس کی فراہمی کا طریقۂ کار اور نظام، اس کی تقسیم اور خرچ کرنے کے اصول اور ضابطے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اب معاشرتی زوال کے اسباب میں اقتصادی حقائق کو نظرانداز کردیا جائے تو یہ کیسا تجزیہ ہے۔

اسی طرح سماج کی ساخت میں سیاسی حقائق اور سیاسی طاقت کے اثرات بڑے گہرے ہوتے ہیں۔ اور اگر سیاسیات کو اپنی بحث سے خارج کرکے معاشرے کے عروج وزوال پر بحث کی جائے تو درست نتائج کیسے نکلیں گے۔ درحقیقت دنیا میں سیاست سے ہی اداروں، اقوام اور ممالک کی شناخت ہوتی ہے۔ ان کی عزت و وقار کا معیار اسی سے ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ 1857ء سے پہلے اگر ہندوستان پر مسلمانوں کی سیاسی حکمرانی تھی تو انھیں عزت

حاصل تھی۔ چناں چہ ہندوستان کے تمام لوگ اور طبقات مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کی وجہ سے مسلمانوں کے تمام شعائر کی عزت بھی کرتے تھے اور ان کا احترام بھی کرتے تھے۔ جیسے ہی 1857ء میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت ختم ہوئی اور برطانوی حکمرانوں کا سیاسی راج شروع ہوا تو مسلمانوں کی ہر عزت والی چیز ذلیل بنا کر رکھ دی گئی۔ اور جس کو ذلت و رسوائی خیال کیا جاتا تھا، اس کو عزت کا نشان بنا دیا گیا۔ مثلاً بڑے ہوٹلوں کے دروازوں پر شیروانی اور پگڑی پہنے ہوئے دربان کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ مغل بادشاہوں کا لباس ہوتا تھا۔ 1857ء سے قبل یہ عزت کا نشان تھا، لیکن جب سیاسی زوال شروع ہوا تو اس کو ایک بیرا بنا کر ہوٹل کے دروازے پر کھڑا کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ کہ معاشروں کے زوال کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے سیاست کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ محض چند عقائد و اعمال کی بنیاد پر عروج و زوال کی کہانیاں سنانا کوئی عقل مندی کی بات نہیں۔ قوم میں ایک طرف زوال ہو اور دوسری طرف اس زوال کے بارے میں درست تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے محرومی ہو، یہ کتنا بڑا المیہ ہے!

قوموں میں زوال آجایا کرتے ہیں، لیکن وہ قومیں بڑی جرأت اور ہمت والی ہوتی ہیں، جو زوال کے دور میں بھی اپنے زوال کا درست تجزیہ کر کے عقل و شعور کی بنیاد پر درست راستہ اختیار کر لیں۔ اگر عقل و شعور کو چھوڑ کر جذباتی بنیادوں پر رائے قائم کی جائے تو زوال مزید گہرا ہو جاتا ہے۔ آج ہمارا زوال اسی لیے گہرا ہے کہ ہم نے سماجی زندگی کی بنیادی اساسیات پر عقل و شعور حاصل کرنے کی صلاحیت ختم کر دی۔ سیاسی شعور کا فقدان قوموں کو تباہی کی غار میں دھکیل دیتا ہے۔ اقتصادی مسائل کا عدمِ ادراک قوموں کی غلامی پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے۔ آج ہمارے زوال کا بنیادی سبب سیاسی اور معاشی زوال اور اس کے شعور کا نہ ہونا ہے۔ یہ دونوں دائرے جب ہماری زندگی سے خارج ہو گئے تو ہم کس اسلام کی کہانیاں سنا رہے ہیں۔ کس فرقے کی بنیاد پر اِترا رہے ہیں۔

عقل و شعور کی بنیاد پر اس بات کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ سماج کے سیاسی مسائل کیا ہیں، اور جب ہم سیاست کی بات کریں گے تو ہمیں اس بات کو بھی دیکھنا ہوگا کہ خود سیاست کیا ہے؟ سیاست دراصل انبیا کا فریضہ اور ان کی بعثت کا بنیادی مقصد ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ: ''بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیا کرتے تھے۔'' آپؐ نے فرمایا کہ: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میرے بعد میرے خلفا ہوں گے۔'' گویا وہ انبیائے بنی اسرائیل کی طرح سیاست کریں گے۔ گویا حضورؐ سیاست کو نبوت اور خلافت کے لوازمات میں سے بیان کر رہے ہیں۔ اس طرح اداروں کی ایسی تشکیل، جس سے معاشرے میں رہنے والے لوگوں کو امن اور عزت، جان اور مال کا تحفظ، باہمی معاشرتی تعلقات کو درست راستے پر چلانے کی حکمت عملی بنانا، سیاست کے بنیادی لوازمات میں سے ہے۔ جب کہ ہمارے معاشرے کی حالت یہ ہے کہ یہاں پر بغیر کسی سیاسی شعور، تنظیم اور سماجی آگہی کے سیاست کے نام پر بہت ساری جماعتیں وجود میں آگئیں، جو فرقہ وارانہ گروہیت، طبقاتی ذہنیت اور غیر ملکی قوتوں کی آلہ کار اور ان کی نمائندہ ہیں۔ ان کا سیاست سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اور پھر اس کے نتیجے میں مسلمان معاشرے میں سیاست کو بدنام کر دیا گیا۔ قوموں کی عزت و افتخار جس سیاسی طاقت کے ذریعے سے ظاہر ہوتی ہے، ہمارے معاشرے میں اس سیاست کو گالی بنا دیا گیا۔ کسی بھی مذہبی آدمی سے پوچھ لیا جائے تو وہ سیاست کو گالی خیال کرے گا۔ اور کہے گا کہ دین کے ساتھ سیاست کا کیا تعلق ہے۔ آپ دیکھیں کہ معاشرے میں دھوکے بازی کے عمل کو سیاست کا عنوان دے کر اس کو بدنام کر دیا گیا۔ یعنی نبوت کے کام کو دھوکے کا نام دے دیا اور ہم نے اس کو قبول کر لیا۔ جتنا کوئی زیادہ مذہبی اور نیک آدمی ہوگا، اتنا ہی سیاست سے دور ہوگا۔ کتنی عجیب بات ہے، کتنی بے عقلی ہمارے معاشرے میں پیدا کر دی گئی۔

سیاسی تقاضوں کو سمجھنا اور اس کی اساس پر انسانی معاشروں کی تشکیل کی جدوجہد کرنا دین کا اہم ترین فریضہ ہے۔ اور ہمارا قومی زوال تب ہی پیدا ہوا کہ ہم نے مجموعی طور پر گزشتہ ڈیڑھ، دو سو سال سے اس نقطۂ نظر سے سوچنے کا عمل ترک کر دیا۔ جو بات معاشرے میں میڈیا کے ذریعے سے پھیلا دی جاتی ہے، ہم اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ جب کہ جھوٹی بات خواہ کہیں سے آئے اس کو رد کرنا، یہ مسلمان کا بنیادی فریضہ تھا اور جھوٹ کو قبول کر لینا سب سے بڑی گمراہی ہے۔ اس لیے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ''رأسُ کلّ خطیئةٍ الکَذُوب''. (تمام گناہوں کی جڑ جھوٹ ہے۔) یعنی کہ جھوٹ بولنا اور اِسے قبول کر لینا اور مسخ شدہ حقائق کو تسلیم کر لینا، یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اور یہ گناہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم کر رہے ہیں۔ جو خبر میڈیا، یا اِردگرد پھیلی ہوئی جماعتیں کہیں، ہم اس کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ کبھی ہم نے عقل و شعور کی بنیاد پر یہ تجزیہ نہیں کیا کہ یہ خبر، جو دی جا رہی ہے یا وہ راستہ، جو دکھلایا جا رہا ہے، اس کا زمینی حقائق سے کیا تعلق ہے؟ مسلمان تو وہ ہے جو عقل مند اور باشعور ہوتا ہے۔ بے وقوف کا نام مسلمان نہیں۔

قرآن حکیم نے صاف طور پر کہا ہے کہ قرآن سے صرف عقل مند نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ دین تو دنیا میں آیا ہی عقل مندوں کے لیے ہے۔ گویا کہ عقل و شعور کا استعمال دین کی بنیادی قدر ہے کہ اس کی اساس پر معاشرے کا تجزیہ کیا جائے۔ غلامی کے اس دور میں ہم سے عقل و شعور کے استعمال کی صلاحیت چھین لی گئی۔ کتنی بڑی عجیب بات ہے کہ جو خبر یا رائے ہمارا اخبار یا میڈیا بیان کرتا ہے، اس کی روشنی میں ہمارا جج، وکیل اور مولوی صاحب اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔ اس حوالے سے کوئی عقل و شعور استعمال نہیں کیا جاتا کہ جو کچھ میڈیا بیان کر رہا ہے، حقائق سے اس کا کیا تعلق ہے۔ ملک کا وزیرِ خزانہ اقتصادی اعداد و شمار جھوٹے بیان کرتا ہے تو کسی میں یہ جرأت نہیں کہ وہ اس جھوٹ کی تردید کر سکے۔ گزشتہ دو سالوں میں ہمارا عالمی قرض ڈبل ہو گیا، لیکن وزیرِ خزانہ کہتے ہیں کہ ''بڑی معاشی ترقی حاصل کر لی ہے۔'' مسلمان نے شعوری بنیادوں پر اپنے گرد و پیش کے تجزیہ کرنے کی صلاحیت حاصل کرنی ہے کہ معاشرے کے مسائل کیا ہیں؟ ان کو حل کرنے کا درست طریقۂ کار کیا ہے؟

قرآن حکیم میں جو ''تدبُّر'' کا لفظ استعمال کیا گیا، اس کا مطلب یہی ہے کہ گرد و پیش کے مسائل کو سمجھنا اور ان کو حل کرنے کی درست حکمت عملی اختیار کرنا۔ اب مسائل تو سیاسی، معاشی اور سماجی ہوں۔ نہ ان کو سمجھا جائے اور نہ ان کو حل کرنے کی رائے قائم کی جائے تو ہم نے نصیحت کیسے حاصل کی۔ جمعے کا دن دراصل اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہے کہ اس دن مسلمان جمع ہو کر نصیحت حاصل کریں یعنی اردگرد کے مسائل کا ادراک اور شعور حاصل کریں۔

آج ہماری سوسائٹی میں سرمایہ داری کا تسلط اور عفریت پورے معاشرے کو نگل رہا ہے اور ہم مطمئن ہیں کہ ترقی کر رہے ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ دنیا میں جہاں کسی معاشرے پر ظلم و ستم پر مبنی سرمائے کا تسلط ہوتا ہے وہاں تباہی اور بربادی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ وہ تباہی فوری آجائے یا دیر بعد آئے۔ سرمایہ داری نظام کی پوری تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیں! کیا ہر دور میں ''تجارتی چکر'' نے اس معاشرے کو تباہ و برباد نہیں کیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی

معاشرے میں سرمائے کو اصل بنا کر انسان کو اس کے اردگرد گھمایا جائے گا تو تباہی اور بربادی ضرور آئے گی۔ جس سرمایہ دارانہ نظام کا بنیادی مقصد لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈال کر ان کی محنت کو اپنے قبضے میں لانا ہے، خواہ وہ کسی شکل میں بھی ہو، وہ معاشرے میں تباہی اور بربادی لائے گا۔ اگر سسٹم وہی ہے تو نتیجہ وہی نکلے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ نظام تو وہی ہو اور ہم خواہش یہ رکھیں کہ اس میں سے امن وسکون اور غربت کو ختم کرنے کا حل نکالیں گے، یہ ممکن نہیں ہے۔ سرمایہ داری نظام دنیا کے اکثر ممالک میں تباہی اور بربادی کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امریکہ اور برطانیہ میں تو سرمایہ داری نظام ترقیات دے رہا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر یہ نظام وہاں ترقیات دے رہا ہے تو دنیا کے دوسرے ممالک میں غربت واستحصال کیوں پیدا کر رہا ہے؟ تباہی اور بربادی کیوں پیدا کر رہا ہے؟ اگر سرمایہ داری نظام اچھا ہے تو یہ کیا ہوا کہ وہ امریکہ میں تو سونے کے انڈے دے اور افریقہ میں بھوک پیدا کرے!۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن ملکوں کی ترقی کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں، ان کی ترقی درحقیقت دنیا کے دوسرے ممالک کے استحصال کا نتیجہ ہے کہ دنیا کے ساری دولت کو جھوٹ، سیاسی ومعاشی ظلم وجبر سے کھینچ کر اپنے ملک میں لے گئے۔ دنیا میں دوسرے ممالک کو اقتصادی طور پر لوٹ کر اگر چند ممالک ترقی کر رہے ہوں تو اس کو ترقی نہیں کہا جائے گا۔

آج اس سسٹم کی خرابی پورے معاشرے پر مسلط ہے، لیکن ہم اس خرابی کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں۔ بلکہ اس عالمی سرمایہ داری نظام کے آلہ کار بن کر اس کے مفادات کو پورا کرنے پر مجبور ہیں۔ پھر اگر مجبوری کو مجبوری جان کر کام کیا جائے تو بھی کوئی بات ہے، لیکن ہم تو یہاں اس نظام کو خوشی سے اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اس مردہ لاش کو سہارا دے رہے ہیں، جو کہ دنیا بھر میں بدبو پیدا کر رہی ہے۔ افریقہ کا قحط ہو، ایشیا کی تباہی ہو، افغانستان کو تورا بورا بنانا ہو، عراق کو تباہ کرنا ہو، کشمیر میں آگ لگانا ہو، چائنا میں انتشار پیدا کرنا ہو، تو سرمایہ داری نظام ہی اس کا اصلی سبب نظر آئے گا۔ مسلمانوں کے نام نہاد ملک نعرہ تو اسلام کا لگاتے ہیں، لیکن ان کا اپنا سسٹم اور نظام سرمایہ داری کے تابع ہے۔ اس سے آزادی حاصل کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے آلہ کار ہیں۔ تو ایسی حالت میں نصیحت کیسے ہوئی۔

آج ہمارے نوجوان اور جماعتیں مایوسی کا شکار ہیں، کیوں کہ جو طریقہ ہم نے اختیار کیا ہے، وہ غلط ہے۔ وہ جذباتیت کا ہے، وہ عقل وشعور سے خالی ہے۔ جب قوموں میں مایوسی آجائے اور اپنے نظریے میں غفلت پیدا ہو جائے تو غلامی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ آج ہم نے اس مایوسی کو توڑنا ہے۔ عقل وشعور کی بنیاد پر معاشرے کے معاشی حقائق اور نظاموں پر غور وفکر کرنا ہے۔ اسی طرح ہم نے اپنے اندر دین کی تعلیمات کی بنیاد پر سیاسی عقل وشعور کو پیدا کرنا ہے۔ اور پھر اس کے مطابق حکمت عملی اختیار کرنی ہے۔ اگر سسٹم اور نظام کا شعور نہیں، اور ان کا مقابلہ کرنے کی حکمت عملی نہیں تو پھر سب باتیں کہانیاں ہیں، اور انسانی معاشروں میں کہانیوں سے نتائج نہیں نکلا کرتے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا کی کام یابی حاصل کرنے کا جذبہ اپنے اندر بیدار کریں تو پھر صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چل کر اِردگرد موجود نظام کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ اور پھر اس بُرے نظام کے برے اثرات ونتائج سے نکلنے کے لیے عقل وشعور کی بنیاد پر جدوجہد اور کوشش کرنی ہوگی۔ تاکہ زوال سے نکل سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں درست انداز میں دینی حوالے سے عقل وشعور حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

رفتارِ کار

رپورٹ: سعد احمد خان

حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ جنوبی پنجاب

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ جنوبی پنجاب کے چند اضلاع کے پندرہ روزہ دورے پر تشریف لائے۔ ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد، آپ کے ہمراہ تھے۔ چناں چہ آپ مؤرخہ 19 مارچ 2011ء کو لاہور سے روانہ ہو کر دیپالپور تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت مولانا سید اطہر شاہ بخاری نے اپنے بہت سے احباب کے ساتھ حضرت رائے پوری کا شان دار اِستقبال کیا۔ اس موقع پر خانقاہ دین پور ضلع بہاولنگر کے مسند نشین صاحبزادہ مولانا عبدالقادر دین پوری بھی تشریف فرما تھے۔ انھوں نے اپنے مدرسے میں علاقے بھر سے خانقاہِ رحیمیہ کے متعلقین اور متوسلین کو جمع کیا ہوا تھا۔ اور وہ سب حضرات حضرت اقدس کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ کھانے اور ظہر کی نماز کے بعد بچیوں کے ایک مدرسے میں طالبات کو پڑھائی جانے والی حدیث کی کتاب کی اختتامی تقریب تھی۔ جس میں ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے معارف الحدیث کی آخری حدیث پر درس دیا۔ اور حضرت اقدس رائے پوری نے دعا فرمائی۔ بعد میں خواتین نے حضرت اقدس رائے پوری سے بیعت کی۔ اسی روز شام کو ساہیوال میں مولانا مفتی امجد علی مہتمم جامعہ ملیہ اسلامیہ فرید ٹاؤن کی دعوت پر حضرت رائے پوری ساہی وال تشریف لائے۔ جہاں ایک بڑے اجتماع میں ''سیرت النبیؐ'' کے موضوع پر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب فرمایا۔ اور حضرت اقدس کی دعا سے یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔ نمازِ مغرب کے بعد جامعہ ملیہ میں ہی مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ جس میں علاقے بھر سے خانقاہِ رحیمیہ کے متعلقین نے بھرپور شرکت کی۔ رات کا قیام ساہیوال میں ہی انجینئر مدثر ستار صاحب کے مکان پر ہوا۔

مؤرخہ 20 مارچ کو ناشتے کے بعد عارف والا میں جناب خالد حمید کی دکان اور جناب ماسٹر محمد یوسف صاحب کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ یہاں بھی خانقاہ کے متعلقین جمع تھے۔ ان سے مختلف دینی موضوعات پر گفتگو رہی۔ اور عصر کی نماز کے بعد ''نورارتھ'' میں جناب حاجی محمود الحسن کے ہاں آمد ہوئی۔ یہاں بھی نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر میں متعلقین ومتوسلین جمع تھے۔ مؤرخہ 21 مارچ کو بہاولنگر میں کچھ دیر صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری کے ہاں قیام کرتے ہوئے چشتیاں میں حضرت مولانا حسین احمد علوی کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ وہاں پہنچ کر ان کی اہلیہ کے انتقال پر حضرت اقدس رائے پوری نے ان سے تعزیت کی۔ شام کو ان کے گھر پر قائم طالبات کے مدرسے میں ترجمہ قرآن حکیم کی تکمیل کی تقریب ہوئی۔ جس میں ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے قرآن حکیم کی آخری سورتوں پر درس دیا۔ نمازِ مغرب کے بعد ان کے مکان پر مجلس ذکر میں تمام احباب نے شرکت کی۔ اگلے روز مدرسہ احیاء العلوم شہر فرید میں مولانا غلام مرتضیٰ کے ہاں جانا ہوا۔ جہاں متعلقین ومتوسلین خانقاہِ رحیمیہ سے ملاقات رہی۔ اور پھر اگلے دن جامعہ اشاعت العلوم میں مہتمم مدرسہ مفتی عبدالقدیر صاحب کی زیرِ صدارت تقریب تکمیل قرآن حکیم میں شرکت ہوئی۔ جس سے ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ حضرت اقدس کی دعا سے اس تقریب کی تکمیل ہوئی۔ اگلے روز خواتین میں صدر نظام المدارس الرحیمیہ مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے درسِ قرآن دیا۔ اور نوجوانوں کے ایک دعوتی سیمینار سے ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ اور شام کو بعد نمازِ مغرب چک نمبر 98/F میں مجلس ذکر کا اہتمام ہوا۔

rahimia.org

جس میں علاقے بھر سے تمام متوسلین و متعلقین نے شرکت کی۔ مجلس ذکر کے بعد ذکر کی اہمیت پر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ اگلے روز صبح کو اڈا پل مراد میں ڈاکٹر محمد اسلم کے قائم کردہ ایک سکول کی نئی بلڈنگ کا افتتاح حضرت اقدس رائے پوری نے کیا۔ اور دعا فرمائی۔ اس موقع پر سکول کے سٹاف اور دیگر لوگوں نے حضرت اقدس رائے پوری سے بیعت کی۔ اس کے بعد چک نمبر19/3R ہارون آباد میں بھائی یعقوب علی کے مکان پر قائم بچیوں کے ایک مدرسے میں تقسیم اسناد کی تقریب سے حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب نے پنجابی میں خطاب کیا۔ اور حضرت اقدس نے اپنے دستِ مبارک سے بچیوں میں اسناد تقسیم کیں اور دعا فرمائی۔ اسی روز شام کو بعد نمازِ مغرب جامعہ تعلیم القرآن ریلوے مسجد ہارون آباد میں مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ جس میں علاقے بھر سے احباب نے شرکت کی۔ رات کو جناب راؤ عبداللہ خاں کے نئے مکان کے افتتاح کے موقع پر ایک دعوتی سیمینار سے ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ حضرت اقدس کی دعا سے یہ سیمینار اختتام پذیر ہوا۔ حضرت رائے پوری نے انہی کے مکان پر رات کو قیام کیا۔ اگلے روز نمازِ جمعۃ المبارک سے قبل جامع مسجد ریلوے میں تقریب تکمیل قرآن منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر اور حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ اور حضرت اقدس کے دستِ مبارک سے طلبا میں اسناد تقسیم کی گئیں۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر اور رات کا قیام جامعہ تعلیم القرآن ریلوے مسجد ہارون آباد میں ہی ہوا۔

اگلے روز ڈونگہ بونگہ میں مولانا محمد طارق کے زیرِ اہتمام طالبات کے ایک مدرسے میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر مولانا مفتی عبدالقدیر اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے بیان کیا۔ اس موقع پر خواتین و حضرات کا بڑا اجتماع تھا۔ آخر میں حضرت اقدس سے لوگوں نے بیعت کی۔ اور آپ نے دعا فرمائی۔ شام کی چائے کے لیے قریبی بستی کاٹ اللہ یار میں مولانا محمد عباس کے مکان پر حضرت اقدس رائے پوری تشریف لے گئے۔ کچھ دیر قیام کیا اور وہاں بھی خواتین و حضرات نے حضرت اقدس سے بیعت کی۔ اس کے بعد عصر کی نماز منچن آباد میں جا کر ادا کی گئی۔ جہاں اس علاقے کے قدیم مدرسے ''جامعہ صادقیہ عباسیہ'' میں، مدرسے کے مہتمم جناب مولانا معین الدین وٹو کی دعوت پر بعد از نمازِ مغرب مجلس ذکر کا انعقاد ہوا۔ جس میں طلبا، علما اور اہل شہر نے بھرپور شرکت کی۔ مجلس ذکر کے بعد جناب خالد محمود وٹو ایڈووکیٹ نے حضرت اقدس رائے پوری کا تعارف کرایا اور سپاس نامہ پیش کیا۔ اس موقع پر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ جس میں آپ نے اس مدرسے کے قیام کے حوالے سے حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے اس خط کا حوالہ دیا، جس میں انھوں نے حضرت مولانا اللہ بخش بہاولنگریؒ اور بانی مدرسہ حضرت مولانا غلام قادرؒ وٹو کو مدرسہ قائم کرنے کے بارے میں فرمایا تھا۔ چناں چہ ان دونوں حضرات نے حضرت رائے پوریؒ کے حکم پر دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کی طرز پر یہ مدرسہ قائم کیا۔ اس موقع پر ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے دارالعلوم دیوبند کے قیام کے مقاصد و اہداف بیان کرتے ہوئے شریعت، طریقت اور سیاست کی جامعیت کی وضاحت کی۔ انھوں نے ان اکابرین علمائے ربانیّین کے نظریے کے مطابق مدارس و مکاتب کے نظام کو چلانے اور ولی اللّٰہی فکر کی اساس پر نوجوان نسل میں دینی شعور کے فروغ کے لیے کام کرنے کی اہمیت بیان کی۔ آخر میں مہتمم مدرسہ مولانا معین الدین وٹو نے حضرت اقدس رائے پوری اور ان کے رُفقا کی مدرسہ میں آمد پر شکریہ ادا کیا۔ اور اس بات کا اظہار کیا کہ مدارس کو اپنے اکابرین، بانیّین کے طرزِ فکر و عمل کے مطابق کام کرنا چاہیے۔ خصوصیت کے ساتھ انھوں نے حضرت اقدس رائے پوری کی جدوجہد کو سراہا اور آپ کی تعریف کی۔ منچن آباد میں رات کا قیام جناب محمد احمد پراچہ کے خسر محترم جناب محمد شبیر پراچہ کے مکان پر ہوا۔ جہاں نوجوان احباب حضرت اقدس رائے پوری سے ملاقات کرتے رہے۔ عشا کی نماز کے بعد ''گریس کالج'' میں دینی شعور کے حوالے سے نوجوانوں کی ذمہ داریوں کے موضوع پر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ اور ان کے بعد حضرت اقدس رائے پوری نے نوجوانوں کے لیے دینی شعور کی اہمیت پر خطاب فرمایا۔ اور کالج کی افتتاحی تختی کی نقاب کشائی کی اور دعا فرمائی۔

اگلے روز منچن آباد سے خانقاہِ دین پور بہاولنگر میں حضرت اقدس رائے پوری کی تشریف آوری ہوئی۔ جہاں بہاولنگر شہر کے پریس کلب میں نوجوانوں کے ایک پروگرام میں ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ جس میں سماجی تشکیل کے حوالے سے ان کی شعوری ذمہ داریوں کو اُجاگر کیا گیا۔ اور بعد از نمازِ مغرب زیرِ تعمیر جامع مسجد رحیمیہ خانقاہِ دین پور میں مجلس ذکر کا اہتمام ہوا۔ مجلس ذکر اور عشا کی نماز کے بعد مسند نشین خانقاہ حضرت بہاولنگریؒ و مہتمم مدرسہ صاحبزادہ مولانا عبدالقادر دین پوری کی زیرِ صدارت ایک بڑے جلسے کا اہتمام تھا۔ جس سے صدر نظام المدارس الرحیمیہ جناب مفتی عبدالمتین نعمانی اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ جب کہ بچوں کا آخری سبق حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر نے پڑھایا۔ حضرت اقدس کی دعا سے اس تقریب کا اختتام ہوا۔ اگلے روز بہاولنگر میں قدیم دوست جناب شکیل ساجد کے بیٹے مدثر کی دعوتِ ولیمہ میں حضرت اقدس رائے پوری نے شرکت کی۔ انھیں بیٹے کی شادی پر مبارک باد دی اور دعا فرمائی۔ یہیں پر معروف سکالر جناب ڈاکٹر نور محمد غفاری نے حضرت رائے پوری سے ملاقات کی۔ اور پرانی یادیں تازہ کیں۔ اس کے بعد حاصل پور جاتے ہوئے راستے میں تھوڑی دیر مولانا رانا ارشاد احمد خان کے مدرسے جامعہ عثمانیہ مکی مسجد چشتیاں میں قیام ہوا۔ اور پھر چک نمبر F/58 میں جناب محمد ظہیر اور عبدالقدیر کے مکان پر شام کی چائے پی۔ اور مغرب تک حاصل پور تشریف آوری ہوئی۔ جہاں جناب پروفیسر ظفر الاسلام کے مکان پر بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ اور عشا کی نماز کے بعد نوجوانوں کے لیے دینی شعور پر مبنی ایک پروگرام منعقد کیا گیا۔ جس سے ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ اور حضرت اقدس رائے پوری نے دعا فرمائی۔ اگلے دن صبح کو وہاڑی تشریف آوری ہوئی۔ جہاں بعد نمازِ ظہر جناب محمد شہزاد کے مکان پر دینی حوالے سے نوجوانوں کے ذمہ داریوں پر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ اور مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے حضرت اقدس رائے پوری اور خانقاہِ عالیہ رحیمیہ کا تعارف پیش کیا۔ رات کو بورے والا کے چک261/EB میں جناب مولانا محمد اسلم کی دعوت پر بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر کا انعقاد ہوا۔ اور بعد نمازِ عشا طلبا میں تقسیم اسناد کی تقریب سے مفتی عبدالمتین نعمانی اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ آخر میں حضرت اقدس رائے پوری نے چند نصائح بیان فرمائیں اور اپنے دستِ مبارک سے فارغ ہونے والے طلبا و طالبات میں اسناد تقسیم کیں۔ اگلے دو تین روز بورے والا میں مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی کے مکان پر حضرت اقدس رائے پوری کا قیام رہا۔ جہاں خانقاہ کے متعلقین و متوسلین اور نوجوان حضرت اقدس سے استفادہ کرتے رہے۔ اور مجلس ذکر جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں منعقد ہوتی رہی۔

31 مارچ کو مجلس ذکر کے بعد بورے والا میں ''سیرت النبیؐ'' کے حوالے سے ایک بڑے پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ بقیہ صفحہ 08 پر

rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore 123-R رجسٹرڈ نمبر CPL No. 59

اہم اعلان

لاہور میں 15 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم'' کا انعقاد

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے زیرِ نگرانی 15 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ جس کا آغاز 03/جون 2011ء بمطابق یکم رجب المرجب 1432ھ بروز جمعۃ المبارک سے ہو رہا ہے۔ اور اس کے اختتام پر 17/جون 2011ء بمطابق 15 رجب المرجب 1432ھ بروز جمعۃ المبارک کو ''تقریبِ تکمیل و تقسیم اسناد'' منعقد ہوگی۔

اس دورۂ تفسیر میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ اصولِ تفسیر، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے اُسلوبِ تفسیر اور امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری نکات کی روشنی میں قرآنی علوم و معارف کا بیان ہوگا۔

اس دورۂ تفسیر کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

☆ قرآنِ حکیم کی سورتوں کے مضامین کا جامع خلاصہ اور اس کے اہم نکات بیان کرنا۔

☆ شریعت کے حوالے سے اہم قرآنی موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام۔

☆ تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے دینی اور روحانی ماحول فراہم کرنا۔

☆ قرآن حکیم کے بیان کردہ سیاسی، سماجی، معاشی اصولوں کی نشان دہی کرنا۔

☆ دورِ حاضر کے اہم عمرانی مسائل کے حل کے لیے قرآنی افکار سے نوجوانوں کو آگاہ کرنا۔

سکولوں اور کالجوں کے طلبا کی گرمیوں کی تعطیلات میں نوجوانوں کے لیے بڑا موقع ہے کہ وہ اس دورۂ تفسیر سے بھرپور استفادہ کریں۔ اس دورۂ تفسیر میں ملک بھر کے چنیدہ مفتیانِ کرام، دانش ورانِ عظام، پروفیسرز اور ڈاکٹرز حضرات قرآنی موضوعات پر لیکچرز دیں گے۔ نوجوان تعلیم یافتہ طلبا اور باشعور حضرات شرائط کے مطابق اس میں داخلہ لے کر قرآنی شعور و فکر اور اس کے تقاضوں سے آگہی کے لیے اس اہم موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

بقیہ رفتارِ کار

جس میں ''عصر حاضر کے مسائل کا حل؛ قرآنی تعلیمات اور نبوی اسوۂ حسنہ کی روشنی میں'' کے موضوع پر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ اور ''عصر حاضر میں ولی اللّٰہی فکر کی اہمیت'' کے موضوع پر صدر ادارہ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر سعید الرحمٰن نے خطاب فرمایا۔ اور بعد میں صدارتی کلمات جناب مفتی عبدالمتین نعمانی نے ادا کیے۔ حضرت اقدس رائے پوری کی دعا سے یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اگلے روز جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں نمازِ جمعۃ المبارک سے قبل ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ اور صدر ادارہ رحیمیہ نے خطابات کیے۔ اور حضرت اقدس رائے پوری نے اپنے دستِ مبارک سے طلبا میں اسناد تقسیم کیں۔ اور دعا فرمائی۔ عصر کی نماز کے بعد بورے والا سے روانگی ہوئی۔ اور مغرب سے پہلے چیچہ وطنی آمد ہوئی۔ بعد نمازِ مغرب ڈاکٹر راؤ عتیق الرحمٰن کے مکان پر مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ جس میں اس علاقے کے تمام متوسلین اور احباب نے شرکت کی۔ اور لوگوں نے حضرت اقدس رائے پوری سے بیعت کی۔ رات کا قیام جناب راؤ حفیظ الرحمٰن کے مکان پر ہوا۔ اور اگلے روز چیچہ وطنی سے لاہور ادارہ رحیمیہ میں واپسی ہوئی۔ اس طرح جنوبی پنجاب کا پندرہ روزہ دورہ اختتام پذیر ہوا۔

دینی مسائل

اس صفحہ پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال (1): ایک شخص، جس پر زکوٰۃ واجب تھی، زکوٰۃ ادا کرنے سے قبل فوت ہوگیا۔ جب کہ اس کی اولاد نابالغ ہے۔ کیا مالِ میراث سے اس کی بیوہ اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

محمد اسلم، بورے والا

جواب: فوت ہوجانے والے کے نابالغ ورثا کی صورت میں مشترکہ مالِ میراث سے میت کی زکوٰۃ ادا نہیں کی جاسکتی۔ البتہ بالغ ورثا (مثلاً بیوہ) اپنے حصے سے اپنی مرضی کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنا چاہیں تو درست ہے۔ لیکن اگر مرنے والے نے زکوٰۃ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو ایک تہائی مالِ میراث میں سے اس کی وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

سوال (2): ایک شخص مسجد کی زمین یا دیوار سے تیمّم کر کے نماز پڑھتا ہے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

عثمان غنی، چونگی امر سدھو، لاہور

جواب: پانی کا استعمال مشکل ہوجائے تو زمین یا زمین کی جنس سے تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔ البتہ مسجد کے اجزا کو تیمّم کے لیے استعمال کرنا غیر مستحسن ہے۔

سوال (3): غیر مسلم ''السلام علیکم'' کہے تو اس کے سلام کا جواب کس طرح دینا چاہیے؟

مسعود خان، کوئٹہ

جواب: غیر مسلم کو ''السلام علیکم'' کا جواب ''وعلیکم'' سے یا ''والسلام علی من اتبع الھدیٰ'' یا ''یھدیکم اللّٰہ'' کے الفاظ سے دینا چاہیے۔

سوال (4): مینا پرندہ کھانا حلال ہے یا نہیں؟ قیصر زمان، اقبال ٹاؤن، لاہور

جواب: مینا پرندہ حلال ہے۔

سوال (5): ایک خاتون قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں۔ جس کے پس ماندگان میں شوہر، والد، والدہ، دو لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ موجود ہیں۔ خاتون کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟

سائل: محمد رمضان لاہور

جواب: متوفیہ خاتون کی کل جائیداد منقولہ و غیرہ منقولہ کے چوراسی (84) حصے ہوں گے۔ جن میں سے چودہ حصے والد کو اور چودہ حصے والدہ اور اکیس حصے شوہر کو اور دس دس حصے ہر ایک لڑکے کو اور پانچ پانچ حصے ہر ایک لڑکی کو ملیں گے۔

تقریبِ تکمیل بخاری شریف

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں ہر سال دورۂ حدیث شریف کی کلاس ہوتی ہے۔ اس کی اہم ترین کتاب ''صحیح بخاری شریف'' کی تکمیل کے لیے ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چناں چہ مؤرخہ 19/جون 2011ء بمطابق 17/رجب المرجب 1432ھ بروز اتوار کو یہ تقریب انعقاد پذیر ہوگی۔ جس میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ خصوصی طور پر دعا فرمائیں گے۔ اس اہم تقریب میں سلسلۂ رائے پور کے متعلقین و متوسلین اور دیگر احباب بھرپور شرکت فرمائیں۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔